نوٹ: اسلامیات لازمی کے نوٹس مشقی سوالات کے جوابات تک محدود ہیں، کتاب کا مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ یہ ان طلباء وطالبات کے لئے بنائے گئے ہیں جنھیں امتحانات میں پورے نمبر لینے کا ذوق ہے۔ کیونکہ مارکیٹ میں جتنی امدادی کتابیں موجود ہیں ان میں مواد تو انتہائی اچھا موجود ہے لیکن مشقی سوالات کو کس طرح حل کرنا ہے اس بارے امداد موجود نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱: اسلام کے بنیادی عقائد کون کون سے ہیں؟ ہر ایک پر مختصر نوٹ لکھیں۔

الجواب بعون الوھاب: **لفظی تحقیق:** عقائد جمع کا صیغہ ہے، اس کا واحد عقیدہ ہے، اسکا مترادف لفظ ”ایمان“ ہے۔

مادۂ اشتقاق: عقیدہ کا لفظ ”عقد“ سے نکلا ہے۔ جس کا مادہ ” ع۔ق۔د “

لغوی معنیٰ: ” گرہ لگانا، باندھنا، باندھی ہوئی چیز، گرہ لگائی ہوئی چیز “

اصطلاحی تعریف: انسان کے وہ پختہ اور اٹل نظریات جن پر وہ اپنے اعمال کی بنیاد رکھتا ہے، عقیدہ کہلاتا ہے۔

اسلامی عقائد: ایمان کی بنیاد پانچ عقائد پر ہے،

1. ”ایمان باللہ“ یعنی عقیدۂ توحید
2. ایمان بالرسالت“
3. ”ایمان بالملائکہ“
4. ایمان بالکتب
5. ایمان بالآخرت

استدلال بالقرآن: وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ (البقرہ:177)

ترجمہ: بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔

استدلال بالحدیث: حدیث جبرائیل میں ہے کہ آپ نے نبی ﷺ سے پوچھا ” مَا الْإِيمَانُ “ ایمان کیا چیز ہے؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَبِلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ (صحیح بخاری، و مسلم)

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور (آخرت میں) اللہ کے ملنے پر اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو۔

الف:۔ عقیدۂ توحید: اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ ایمان باللہ یعنی عقیدۂ توحید ہے۔

لفظی تحقیق: ”وحد۔ یوحد۔ توحیداً“ علم الصرف میں بابِ تفعیل کے وزن پر ”توحید“ بطورِ مصدر استعمال ہوتا ہے

مادۂ اشتقاق: لفظِ توحید ” و۔ح۔د “ سے مشتق ہے۔ **لغوی معنیٰ:** ایک ماننا، یکتا جاننا

اصطلاحی تعریف: اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات، عبادات، اور افعال میں ایک ماننا ”توحید“ کہلاتا ہے۔

توحید کی اقسام: توحید کی تین اقسام ہیں:

1. **ذات میں توحید:** اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں ایک ماننا، اس کی کسی کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، کوئی اس کا ہمسر نہیں، سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان کر دیا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اے

نبی مکرّم !) آپ فرما دیجئے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

2. **صفات میں توحید:** صفاتِ باری تعالیٰ کی یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفاتِ کاملہ کا مالک ہے جو کسی اور فرد میں موجود نہیں۔ وہ اپنے علم 'قدرت: ارادے' سمع 'بصر' غرض ہر صفت میں یکتا اور بے مثل ہے۔۔

3. **صفات کے تقاضوں میں توحید:** صفات کے تقاضوں میں یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا' وہی سب کا مالک اور رازق ہے، سب اسی کے محتاج ہیں، وہی سب کو دینے والا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو تنہا عبادت کے لائق سمجھنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ اور یہ کہ میری عبادت کرتے رہنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔

ب:۔ عقیدۂ رسالت (ایمان بالرسل): اسلام کے عقائد میں عقیدۂ توحید کے بعد عقیدۂ رسالت کا درجہ ہے

لفظِ رسالت کا مادۂ اشتقاق: رسالت کا لفظ "ر۔ س۔ ل" سے مشتق ہے

لغوی معنٰی: پیغام پہنچانا لہذا پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اللہ تعالیٰ کا پیغام جو وحی جلی یا خفی کی صورت میں انہیں ملا ہو اسے مخلوق تک پہنچانا رسالت کہلاتا ہے

اسلامی اصطلاح میں رسول کی تعریف: رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔ رسول کو نبی بھی کہا جاتا ہے، جس کا معنی خبر دینے والا ہے۔ نبی وحیٔ خدا کا حامل ہونے کی حیثیت سے غیب اور آنے والے حالات کی خبر دیتا ہے۔ نبی کی جمع انبیاء، اور نبیین ہے، جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار جبکہ رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ بیان کی جاتی ہے۔ کوئی بندہ اپنی کوشش سے نبی یا رسول نہیں بن سکتا، ان کی تقرری امور وھبیہ سے ہے۔ اور میثاقِ ارواح کے وقت تمام انبیاء کی نبوت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

رسالت کی ضرورت واہمیت: اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے، کوئی چیز بھی بیکار یا فالتو پیدا نہیں کی گئی تو پھر اشرف المخلوقات انسان کیسے بے مقصد ہو سکتا تھا، انسانوں اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، معرفت اور عبادت کی رہنمائی کے لئے رسولوں کا سلسلہ رکھا تاکہ راہِ راست کے انتخاب میں انسان لڑکھڑا نہ جائے، چنانچہ فرمایا: وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا (النحل: 36) **ترجمہ:** اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول مبعوث کیا

اور **مقصدِ رسالت بیان کرتے ہوئے** ارشاد فرمایا: وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَكَّرُوۡنَ (النحل: 44) ترجمہ: اور (اے نبی مکرّم!) ہم نے آپ کی طرف ذکر عظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

انبیاء کی خصوصیات: مندرجہ ذیل خصوصیات کا انبیاء میں ہونا ضروری ہے۔

بشریت، وھبیت، معصومیت، امانت، دیانت، واجب الاطاعت، مبلغِ احکامِ الٰہی، دوسروں کے لئے کامل نمونۂ تقلید، صبر واستقامت کے پیکر۔

رسالتِ محمدی ﷺ کی خصوصیات: عالمگیریت، کاملیت، جامعیت، ہمہ گیریت، رحمت عالم، مصدقِ انبیاء و رسل، ناسخِ شرائع امم، خاتم النبیین،

ج: ایمان بالملائکہ:

لفظِ ملائکہ کا مادۂ اشتقاق: "م۔ل۔ک"

لغوی معنیٰ: قاصد، ایلچی، پیغام لے جانے والا،

اصطلاحی تعریف: ملائکہ ایسے نوری اجسام ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان پیغام رسانی کا کام سرانجام دیتے ہیں اس وجہ سے انہیں ملک یا رسول کہتے ہیں، یہ سوائے مکروہ و حرام سب شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا کا نظام بھی چلاتے ہیں۔ ان پر ایمان لانا اسلامی عقائد کی ضروریات میں سے ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ (البقرہ:177) **ترجمہ:** بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔

مشہور ملائکہ کے نام: جبرائیلؑ، میکائیلؑ، عزرائیلؑ، اسرافیلؑ، کراماً کاتبین، منکر نکیر، اور ملائکہ سیاحین جو درود و سلام کو پڑھنے والے کے نام اور باپ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں۔

د: **ایمان بالکتب:** کتاب کی جمع ہے،

امادہ اشتقاق "ک۔ت۔ب" ہے اور لغوی معنیٰ "لکھی ہوئی چیز" ہے

رسولوں پر نازل ہونے والی کتابیں اور صحائف ربانی تعلیمات کا مجموعہ ہوتے ہیں رسولوں پر ایمان لانے کے لئے لازم ہے کہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے، مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾ (البقرہ:4)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا (سب) پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ آخرت پر بھی (کامل) یقین رکھتے ہیں

مشہور الہامی کتب : : : تمام الہامی کتابوں میں دین کی بنیادی تعلیمات مشترک تھیں، مثلاً عقیدۂ توحید، رسالت، یوم آخرت پر ایمان، اور اعمال کی سزا و جزا وغیرہ۔ بعد میں آنے والی کتب نے پہلی کتابوں کے احکامات کو وقت کی ضرورت کے اعتبار سے منسوخ کر دیا، ترتیب وار کتابوں کے نام یہ ہیں۔

1. توریت جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی
2. زبور جو حضرت داوٗدؑ پر نازل ہوئی
3. انجیل جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی
4. قرآن مجید جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

نکتۂ افہام: قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتب گرچہ منزل من اللہ ہیں لیکن ان کتب کے قوانین پر عمل کرنا قرآن پاک کے نزول سے پہلے تک لازمی تھا لیکن اب نہیں۔ ان پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی سچی کتابیں تھیں اور ان کے بیان کردہ قوانین پر ان کے زمانے میں عمل کرنا ضروری تھا مگر اب صرف قرآنی ہدایات پر ہی عمل کیا جائے گا۔

ھ: **ایمان بالآخرت**: : : : : : آخرت کا مادہ اشتقاق: "ا۔خ۔ر"

لغوی معنیٰ: پچھلی، بعد میں ہونے والی چیز

<u>مفہوم:</u> انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے دوبارہ زندہ کر دے گا اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا، نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور جگہ "جنت" سے نوازا جائے گا اور برے لوگوں کو اذیت ناک مقام "جہنم" میں پھینکا جائے گا۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ میں ایمان والوں کے لئے عقیدہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی بنیادی عقائد کا آخری جزو ہے۔

سوال نمبر ۲: وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات میں قرآنی دلائل مختصراً لکھئے۔

1) **<u>تخلیقِ کائنات خود گواہ:</u>** یہ عالم اور اس کی عجیب تخلیق کا ضرور کوئی بانی اور صانع ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ مکان بغیر معمار کے، اور گھڑی بغیر گھڑی ساز کے بنی ہو، کوئی بھی ذی شعور ایسا سوچ نہیں سکتا کہ اتنا بڑا، منظّم و مربوط جہان کسی بنانے والے کے بغیر خود بخود بن گیا ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے (سورۃ ابراہیم:10)

حضرت اقبال فرماتے ہیں:

کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ ساز گار　　خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب

2) **<u>کائنات کا نظم وضبط قطعی دلیل:</u>** اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاۗءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۠ وَّتَـصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (البقرہ:164)

بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے رخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکم الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لئے (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں

<u>اللہ تعالیٰ نے ان تصورات کو مختلف مقامات پر بیان فرمایا جیسے</u>

i. الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (سورۃ الملک: 3,4) جس نے سات (یا متعدّد) آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ (طبق دَر طبق) پیدا فرمائے، تم (خدائے) رحمان کے نظام تخلیق میں کوئی بے ضابطگی اور عدم تناسب نہیں دیکھو گے، سو تم نگاہِ (غور و فکر) پھیر کر دیکھو، کیا تم اس (تخلیق) میں کوئی شگاف یا خلل (یعنی شکستگی یا انقطاع) دیکھتے ہو۔

ii. لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (سورۃ یٰس: 40) نہ سورج کی یہ مجال کہ وہ (اپنا مدار چھوڑ کر) چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے نمودار ہو سکتی ہے، اور سب (ستارے اور سیارے) اپنے (اپنے) مدار میں حرکت پذیر ہیں۔

iii. کائنات کی ہر چیز میں ایک مقرر اندازہ اور خاص نظم و ضبط پایا جاتا ہے۔ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (سورۃ القمر: 49) **بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقرّرہ اندازے کے مطابق بنایا ہے۔**

نتیجہ: ان تمام چیزوں کے نظام عمل میں انتشار اور اختلاف نہیں ہے بلکہ ہم آہنگی اور وحدانیت ہے اس لیے ان کا بنانے والا بھی واحد ہی ہونا چاہیے

مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں: ہر ایک ذرہ داستاں اُس کی سناتا ہے ہر ایک جھونکا ہوا کا، دیتا ہے پیام اس کا

3) **انسانی فطرت کی پکار:** جس طرح زمین و آسمان اور ساری کائنات وجودِ باری تعالیٰ کی گواہی دیتی ہے اسی طرح انسان کی فطرت کی آواز بھی یہی ہے، انسانی تاریخ کے مطالعہ سے مہذّب اور وحشی سے وحشی ہر طرح کی قوموں میں قادرِ مطلق کی ذات کا اعتراف ملتا ہے۔ آثارِ قدیمہ کی تحقیقات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں بسنے والی وحشی اقوام جن کی فکری وذہنی سطح بہت پست تھی وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں اللہ کے وجود کی قائل تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان، انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

i. قرآن مجید میں ارشاد ہوا: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (سورۃ الروم: 30) اللہ کی (بنائی ہوئی) فطرت (اسلام) ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے (اسے اختیار کرلو) ایک اور مقام پر انسانی فطرت کو دعوتِ فکر یوں دی: وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (سورۃ الذاریات: 20,21)

ترجمہ: اور زمین میں صاحبان ایقان (یعنی کامل یقین والوں) کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہارے نفوس میں (بھی ہیں)، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

4) **ایک سے زائد خدا کا ناممکن ہونا:** اگر ایک سے زیادہ رب ہوتے تو ان کے درمیان تصادم کی وجہ سے کائنات کا یہ نظام ایک لمحہ کے لئے بھی قائم نہ رہ سکتا۔ لیکن کائنات تو اپنی مربوط و منظّم شکل میں موجود ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معبود بر حق صرف ایک ہی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (سورۃ الانبیاء: 22) اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور (بھی) معبود ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے

5) **مخالفین سے لاجواب کرنے والا سوال:** جو لوگ وجودِ باری تعالیٰ کے منکر تھے انھیں دندان شکن سوال کیا تا کہ وہ لاجواب ہو کر وجودِ باری تعالیٰ کا اقرار کرلیں۔ ارشاد فرمایا: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۔ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے (سورۃ الطور: 35,36)

سوال نمبر ۳: شرک کسے کہتے ہیں، اس کی اقسام کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

الجواب بعون الوھاب: **شرک کا مادہ اشتقاق:** "ش۔ر۔ک"

شرک کا لغوی معنیٰ: "حصےّ داری" اور ساجھا پن

اصطلاحِ دین میں شرک کی تعریف: اللہ تعالیٰ کی ذات، یا صفات، یا صفات کے تقاضوں میں کسی اور کو اس کا حصہ دار اور ساجھی ٹھہرانا شرک کہلاتا ہے۔ شرک کرنے والے کو "مشرک" کہتے ہیں۔

شرک کی مذمت: قرآنِ مجید میں شرک کی مذمت کی گئی ہے

i. ظلمِ عظیم: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (سورۃ لقمٰن: 13) بیشک شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے

ii. ناقابلِ معافی جرم: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (سورۃ النسآء: 48) بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے

iii. دخولِ جہنم کا سبب: اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ سورۃ المآئدہ:72) بیشک جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام فرما دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

iv. حدیث پاک میں شرک کو گناہِ کبیرہ کہا گیا ہے، اَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ (کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔

اقسامِ شرک: شرک کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

شرک فی العبادات	شرک فی القدرت	شرک فی الدعا	شرک فی العلم
شرک فی الاسماء	شرک فی الصفات	شرک فی الافعال	شرک فی التحریمات
شرک فی النذور	شرک فی الحلف	شرک فی الاحکام	

جبکہ شرک کی مشہور تین اقسام ہیں:

1. **شرک فی الذات:** اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو حصہ دار اس طرح سمجھنا کہ اسے اللہ تعالیٰ کا ہم سر و برابر، یا اللہ تعالیٰ کو کسی کی اولاد یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا جیسے عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا، اور مشرکینِ مکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے۔ سورۃ الاخلاص (سورۂ توحید) میں ان کی نفی کی گئی ہے۔ فرمایا: لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

2. **شرک فی الصفات:** اللہ تعالیٰ جیسی صفات بغیر کمی کے کسی دوسرے میں ماننا اور بالکل اس جیسا علم، قدرت یا ارادہ کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا، کسی دوسرے کو ازلی اور ابدی سمجھنا، یا کسی دوسرے کو قادرِ مطلق تصور کرنا' یہ سب شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کی مثل کوئی چیز نہیں (سورۃ الشوریٰ 42: 11)

3. **صفات کے تقاضوں میں شرک:** اللہ تعالیٰ عظیم صفات کا مالک ہے، جو اس کی ذاتی صفات ہیں۔ ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے جبینِ نیاز جھکائی جائے۔

i. قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (سورۃ الاسرا 17:23) ترجمہ: اور آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو

ii. وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ترجمہ: اور تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے

iii. حقیقی اطاعت اسی کے قوانین پر عمل کرنا ہے، اس کے احکام کے مقابل کسی اور کو لانا اس کی صفات کے تقاضوں میں شرک ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ترجمہ: اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے سو وہی لوگ کافر ہیں

iv. اقتدارِ اعلیٰ اسی کے پاس ہے، فرمایا: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ترجمہ: حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے، اسی نے حکم فرمایا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو

v. ہر چھوٹی بڑی حاجت کو پورا کرنے کے لئے اللہ کے سوا کسی کو قادرِ مطلق اور مسبب الاسباب سمجھنا شرک ہے، کفار کی اسی انسانی کمزوری کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (سورۃ یٰسٓ 74,75:36) ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنالیا ہے اس امید پر کہ ان کی مدد کی جائے گی وہ بت ان کی مدد کی قدرت نہیں رکھتے اور یہ (کفار و مشرکین) ان (بتوں) کے لشکر ہوں گے جو (اکٹھے دوزخ میں) حاضر کر دیئے جائیں گے

بقول اقبالؒ: بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی، اور کافری کیا ہے؟

سوال نمبر ۴: انبیاء کرام کی خصوصیات بیان کریں

الجواب: نبی کی جمع انبیاء، اور نبیین ہے، جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار جبکہ رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ بیان کی جاتی ہے۔ رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔ رسول کو نبی بھی کہا جاتا ہے، جس کا معنی خبر دینے والا ہے۔ نبی، وحیٔ خدا کا حامل ہونے کی حیثیت سے غیب اور آنے والے حالات کی خبر دیتا ہے۔

خصوصیتِ انبیاء مندرجہ ذیل ہیں:

1. بشریت: اللہ تعالیٰ کی ان گنت مخلوقات ہیں ان سب میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، حتیٰ کہ فرشتوں سے بھی انسان کو علم الاسماء کی دولت سے نواز کر اپنی نیابت و خلافت کا شرف دیا، لیکن ہمیشہ ہر فرد کا صراطِ مستقیم پر رہنا عقلی طور پر ممکن نہیں اس لئے انہیں رہنمائی کی ضرورت تھی۔ اس لئے سب سے بہتر مخلوق کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کسی انسان کو ہی بھیجا، تاکہ وہ ان کے لئے اپنے آپ کو بطور نمونہ پیش کر سکے۔ لیکن اس کے جسمانی نظام میں ایسی صلاحیتیں ودیعت کیں جو عام انسان سے مافوق الفطرت تھیں۔

i. قرآن مجید میں ہے: وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ (سورۃ یوسف 109:12) ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی (مختلف) بستیوں والوں میں سے مردوں ہی کو بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے،

ii. بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ انسان پیغمبر نہیں ہو سکتا، پیغمبر تو کوئی فرشتہ ہونا چاہئے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل 95:17) ترجمہ: فرمادیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے چلتے پھرتے سکونت پذیر ہوتے تو یقیناً ہم (بھی) ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے

2. وھبیت: رسالت ایک ایسی نعمت ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ کوئی شخص اپنی محنت و کاوش سے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو محض عبادت و ریاضت سے حاصل ہو جائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہے دے دے۔

i. فرمانِ خداوندی ہے: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (سورۃ الجمعہ 62 :4) ترجمہ: یہ نبوت و رسالت اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اسے نواز تا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ii. وَ اللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (سورۃ البقرۃ:105) ترجمہ: اور اللہ جسے چاہتاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیتاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

iii. اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (سورۃ6:124) ترجمہ: اللہ خوب جانتاہے کہ اسے اپنی رسالت کا محل کسے بنانا ہے

3. امینِ وحیٔ الٰہی: تمام انبیاء نیکی، تقویٰ، ذہانت، اور عزم وہمت جیسی بلند صفات کے مالک تھے، وہ پیغامِ الٰہی کو بغیر ردّ وبدل کے، بلاخوف وخطر لوگوں تک پہنچاتے۔

i. کفار و مشرکین نے نبی ﷺ پر اخفائے وحی کا الزام لگایا تو اللہ پاک نے فرمایا: وَ مَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (سورۃ التکویر 81:24) ترجمہ: اور وہ نبی اکرم (ﷺ) غیب (کے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں۔

ii. نبی کبھی بھی کسی قسم کی فکری و عملی گمراہی میں مبتلا نہیں ہوتا اور نہ ہی امانت میں خیانت کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ (سورۃ آلِ عمران:124) ترجمہ: کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کا مرتکب ہو۔

4. مبلغِ احکام الٰہی: نبی جو احکام و تعلیمات لوگوں کے سامنے بیان فرماتا ہے وہ تمام اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں، پیغمبر اپنی طرف سے نہیں کہتا وہ تو اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہوتا ہے۔

i. قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا: وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم 53: 3,4) ترجمہ: اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ ان کا ارشاد سراسر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔

ii. یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (سورۃ المائدہ:67) ترجمہ: اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجئے۔

5. معصومیت: اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال و اعمال شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہوتے ہیں، نبی کا کردار بے داغ ہوتا ہے۔ وہ ایسا انسانِ کامل ہوتا ہے جو بے حد روحانی طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ نبی کا کوئی کام نفسانی خواہشات کے تابع نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی (سورۃ النجم:2) ترجمہ: تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ کبھی راہ حق سے ہٹے اور نہ کبھی راہ حق گم کی۔

6. واجب الاطاعت: انبیاء کی اطاعت وپیروی ضروری ہوتی ہے۔

i. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورۃ النساء:64) ترجمہ: اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ii. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورۃ النسآء:59) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو

7. نمونۂ تقلید: نبی کتاب اللہ کا شارح ہوتا ہے۔ امت کا معلم اور مربی ہوتا ہے۔ امت کے لئے نمونۂ تقلید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۃ الاحزاب:21) ترجمہ: فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے

8. **صبر و استقامت کے پیکر:** تاریخ گواہ ہے کہ تمام انبیاء نے مشکل سے مشکل حالات میں بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے شعب ابی طالب اور سفر طائف کی مشکلات کا ذکر ملتا ہے۔

i. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِدۡرِیۡسَ وَ ذَا الۡکِفۡلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ (سورۃ الانبیاء:85)

ترجمہ: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل (علیہم السلام کو بھی یاد فرمائیں)، یہ سب صابر لوگ تھے

ii. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ (سورۃ الاحقاف 35:46) ترجمہ: (اے حبیب!) پس آپ صبر کئے جائیں جس طرح (دوسرے) عالی ہمّت پیغمبروں نے صبر کیا تھا۔

سوال نمبر ۵: مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

ا: ملائکہ ب: آسمانی کتابیں ج: توحید کا مفہوم

الجواب: ا: **ملائکہ**:۔ **لفظِ ملائکہ کا مادہ اشتقاق**: "م۔ل۔ک"

لغوی معنیٰ: قاصد، ایلچی، پیغام لے جانے والا،

اصطلاحی تعریف: ملائکہ ایسے نوری اجسام ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان پیغام رسانی کا کام سرانجام دیتے ہیں اس وجہ سے انہیں ملک یا رسول کہتے ہیں، یہ سوائے مکروہ و حرام سب شکلیں اختیار کرلیتے ہیں۔۔ ان پر ایمان لانا اسلامی عقائد کی ضروریات میں سے ہے

i. ارشاد خداوندی ہے: وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ (البقرہ:177)

ترجمہ: بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔

ii. فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا کا نظام بھی چلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنا حکم ان کے دل میں القاء فرماتا ہے اور وہ اس حکم کو مخلوق میں جاری اور نافذ کر دیتے ہیں۔ وَ النّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ (سورۃ النازعات:5-1) ترجمہ: ان (فرشتوں) کی قسم جو (کافروں کی جان ان کے جسموں کے ایک ایک انگ میں سے) نہایت سختی سے کھینچ لاتے ہیں۔ اور ان (فرشتوں) کی قسم جو (مومنوں کی جان کے) بند نہایت نرمی سے کھول دیتے ہیں۔ اور ان (فرشتوں) کی قسم جو (زمین و آسمان کے درمیان) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں۔ پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو لپک کر (دوسروں سے) آگے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو مختلف امور کی تدبیر کرتے ہیں۔

iii. مشہور ملائکہ کے نام: جبرائیلؑ، میکائیلؑ، عزرائیلؑ، اسرافیلؑ، کراماً کاتبین، منکر نکیر، اور ملائکہ سیاحین جو درود و سلام کو پڑھنے والے کے نام اور باپ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں۔

ب: آسمانی کتابیں: رسولوں پر نازل ہونے والی کتابیں ربانی تعلیمات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ ایمان بالرسالت کا تقاضا ہے کہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے۔ **کتاب کا مادہ اشتقاق** "ک۔ت۔ب" ہے اور لغوی معنیٰ "لکھی ہوئی چیز" ہے

مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ وَ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ (البقرہ:4)

ترجمہ : اور وہ لوگ جو آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا (سب) پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ آخرت پر بھی (کامل) یقین رکھتے ہیں

مشہور الہامی کتب : : : تمام الہامی کتابوں میں دین کی بنیادی تعلیمات مشترک تھیں، مثلاً عقیدۂ توحید، رسالت، یوم آخرت پر ایمان، اور اعمال کی سزا و جزا وغیرہ۔ بعد میں آنے والی کتب نے پہلی کتابوں کے احکامات کو وقت کی ضرورت کے اعتبار سے منسوخ کر دیا، ترتیب وار کتابوں کے نام یہ ہیں۔

1. توریت جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی
2. زبور جو حضرت داوٗدؑ پر نازل ہوئی
3. انجیل جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی
4. قرآن مجید جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

ان کے علاوہ حضرت آدمؑ و حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء کے صحیفے بھی تھے۔

نکتۂ افہام: قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتب گرچہ منزل من اللہ ہیں لیکن ان کتب کے قوانین پر عمل کرنا قرآن پاک کے نزول سے پہلے تک لازمی تھا لیکن اب نہیں۔ ان پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی سچی کتابیں تھیں اور ان کے بیان کردہ قوانین پر ان کے زمانے میں عمل کرنا ضروری تھا مگر اب صرف قرآنی ہدایات پر ہی عمل کیا جائے گا۔

ج: توحید کا مفہوم: اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ ایمان باللہ یعنی عقیدۂ توحید ہے۔

لفظی تحقیق: "وَحَّدَ۔ یُوَحِّدُ۔ تَوْحِیْدًا" علم الصرف میں بابِ تفعیل کے وزن پر "توحید" بطورِ مصدر استعمال ہوتا ہے

مادۂ اشتقاق: لفظِ توحید" و۔ح۔د" سے مشتق ہے۔

لغوی معنٰی: ایک ماننا، یکتا جاننا

اصطلاحی تعریف: اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات، عبادات، اور افعال میں ایک ماننا "توحید" کہلاتا ہے۔

توحید کی اقسام: توحید کی تین اقسام ہیں:

4. **ذات میں توحید**: اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں ایک ماننا، اس کی کسی کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، کوئی اس کا ہم سر نہیں، سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان کر دیا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اے نبی مکرّم !) آپ فرما دیجئے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔
5. **صفات میں توحید**: صفاتِ باری تعالیٰ کی یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفاتِ کاملہ کا مالک ہے جو کسی اور فرد میں موجود نہیں۔ وہ اپنے علم 'قدرت: ارادے' سمع 'بصر' غرض ہر صفت میں یکتا اور بے مثل ہے۔۔
6. **صفات کے تقاضوں میں توحید**: صفات کے تقاضوں میں یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا' وہی سب کا مالک اور رازق ہے، سب اسی کے محتاج ہیں، وہی سب کو دینے والا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو تنہا عبادات کے لائق سمجھنا ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ اور یہ کہ میری عبادت کرتے رہنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔

دنیا کی کوئی طاقت جس انسان کو اپنی طرف جھکنے پر مجبور نہ کر سکے ایسا بندہ عقیدۂ توحید پر پختہ ہے، علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

M.A Islamic Studies, M.A Arabic, ☎ 03348061976

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

سوال نمبر ۶ : انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات بیان کریں۔

الجواب: اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ ایمان باللہ یعنی عقیدۂ توحید ہے۔

لفظی تحقیق: وحد۔ یوحد۔ توحیداً علم الصرف میں بابِ تفعیل کے وزن پر "توحید" بطورِ مصدر استعمال ہوتا ہے

مادۂ اشتقاق: لفظِ توحید" و۔ ح۔ د" سے مشتق ہے۔ **لغوی معنیٰ:** ایک ماننا، یکتا جاننا

اصطلاحی تعریف: اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات، عبادات، اور افعال میں ایک ماننا "توحید" کہلاتا ہے۔

انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات: عقیدۂ توحید سے انسان کے فکر و عمل اور شخصیت میں نمایاں اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1. **عزتِ نفس:** اللہ تعالیٰ کو جب صدقِ دل سے خالق ومالک، تمام طاقتوں کا سرچشمہ اور قادرِ مطلق مان لیا جائے تو صرف اسی کے آگے جھکنا انسانی ضرورت رہ جاتی ہے بقیہ سب؛ خواہ کوئی چیز یا شخص طاقتور ہو یا بے جان پتھر کی مورتیاں، ان کے سامنے جھکنے کی ذلت سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا: یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے!

   ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

2. **حزن وملال سے نجات:** عقیدۂ توحید پر کاربند شخص جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ زندگی و موت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس کے دل سے تمام خوف نکل جاتے ہیں، اس سے تمام حزن وملال خود بخود دور ہو جاتا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (سورۃ یونس 10: 62)

   ترجمہ: خبر دار! بیشک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے

3. **قلبی اطمینان:** عقیدۂ توحید سے قلبی اطمینان مل جاتا ہے۔ اس کی بندگی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا۔

   اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ اے اطمینان پا جانے والے نفس۔ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب)۔ پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا۔

4. **اعلیٰ ظرفی:** عقیدۂ توحید رکھنے والا چونکہ یہ جانتا ہے کہ اس کا خالق اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں سب کے لئے رحمٰن، رزاق اور رب ہے، سب کو پالنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ تو اس کی سوچ بھی اپنے رنگ، نسل اور قریبی احباب تک محدود نہیں رہتی بلکہ عالمگیر ہو جاتی ہے۔ اور وہ وسیع الظرف بن جاتا ہے۔

5. **وسعتِ نظر:** عقیدۂ توحید کا قائل تنگ نظر نہیں ہوتا بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ زمین و زماں اس کے لئے۔ علامہ اقبال نے خوب کہا

   نہ تو زمین کے لئے ہے، نہ آسمان کے لئے جہاں ہے تیرے لئے، تو نہیں جہاں کے لئے

6. **تقویٰ:** یہ عقیدہ کہ اللہ کی ساری مخلوق برابر ہے، کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ تو مومن تقوٰی کے حصول کے لئے کوشاں ہو جاتا ہے۔

i. جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورۃ الحجرات 13:49)

ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

ii. حجۃ الوداع کے موقع پر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: یاایھا الناس، الا ان ربکم واحد، لافضل لعربي علی عجمی ولا لعجمی علی عربي، ولا لاسود علیٰ احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی۔ ان اکرمکم عند الله اتقکم (بیہقی)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ نہ کسی کالے کو سرخ پر اور نہ کسی سرخ کو کالے پر برتری حاصل ہے بجز التقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہوگا۔

7. **عاجزی وانکساری:** جب عقیدۂ توحید رکھنے والا جان جاتا ہے کہ سب طاقت و قوت اللہ کے ہاتھ میں ہے، تکبر صرف اسی کا خاصہ ہے، وہی العزیز اور المتکبر ہے لہذا کسی شخص کو زیب نہیں دیتا کہ وہ غرور و تکبر کرے، وہ یہ بھی جان جاتا ہے کہ غرور شیطانی خصلت ہے تو پھر عاجزی وانکساری اختیار کرتا ہے۔

8. **استقامت وبہادری:** مومن جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی محتاج۔ اللہ تعالیٰ ہی کو سب قدرت حاصل ہے، اس کے دل سے دوسروں کا خوف نکل جاتا ہے اور وہ استقامت و بہادری کی تصویر بن جاتا ہے۔ وہ کسی بڑے سے بڑے فرعون کا خوف اپنے دل میں نہیں لاتا خواہ وہ بدر و اُحد کے غزوات ہوں یا حنین وخندق کے۔ وہ ہر جگہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورۃ یونس10 :62) [ترجمہ: نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے] کا پیکر بن جاتا ہے۔ بقول اقبال: دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا　　سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

9. **رجائیت:** عقیدۂ توحید کا ماننے والا مایوس اور ناامید نہیں ہوتا، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر آس لگائے رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ وہ تمام خزانوں کا مالک ہے۔ اس کا فضل و کرم بے حد و حساب ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (سورۃ الزمر :53) ترجمہ: [تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا] کا پیغام اسے مایوس نہیں ہونے دیتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان جانتا ہے کہ مایوسی کفر ہے اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (سورۃ یوسف:87) ترجمہ: بیشک اللہ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں

10. **صالحیت اور کردار سازی:** ہر مومن کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ظاہر و پوشیدہ کو جانتا ہے۔ اگر بندہ پوشیدگی میں کوئی جرم کرلے تو ممکن ہے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جائے مگر اپنے اللہ کی نظر سے نہیں چھپ سکتا کیونکہ وہ تو دلوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ یہ ایمان انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ خلوت وجلوت میں کہیں بھی گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور ہمیشہ نیک اعمال بجا لائے۔ چونکہ تمام اعمال دل کے تابع ہوتے ہیں اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ دل میں ایمان کی روشنی موجود ہو تو صالحیت پیدا ہوگی اور انسان اچھے کردار کا مالک بن جائے گا۔

11. **رواداری:** عقیدۂ توحید نہ ہونے سے آج اقوامِ عالم ایک دوسرے کے باہم دست و گریبان ہیں، عقیدۂ توحید چونکہ یکتائی، بردباری اور برداشت کا سبق دیتا ہے اس لئے تمام ادیان کے ماننے

والوں کے ساتھ صحیح مؤحد رواداری کا سلوک رکھتا ہے۔ ان کی عبادت گاہوں تک کا احترام کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں تالیفِ قلوب اسی رواداری کی مثال ہے۔

12. **مساوات:** عقیدۂ توحید مساواتِ انسانی یعنی برابری کا عملی مظہر ہے۔ انسان کے دل سے ذات پات، رنگ و نسل کی تمیز ختم کر کے، دلوں سے نفرت، کدورت، کینہ، بغض، اور حقارت کا خاتمہ کر کے سب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔ بقول اقبالؒ:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا، نہ بندہ نواز

13. قناعت پسندی: حرص و ہوس سے پاک ہو جانا، قناعت کہلاتا ہے۔ عقیدۂ توحید رکھنے والا اللہ تعالیٰ کی تقسیمِ رزق پر راضی رہتا ہے اور اس کا شکر بجالاتا ہے۔ وہ محنت تو کرتا ہے لیکن نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ ترجمہ: جس نے اسلام قبول کیا اور اسے بقدر کفایت رزق عطا کیا گیا اور اللہ نے اپنے عطا کردہ مال پر قناعت عطا کر دی تو وہ شخص کامیاب ہوا

14. **امنِ عامہ** : عقیدۂ توحید مشرق و مغرب اور گورے کالے کا فرق ختم کر دیتا ہے اور ساری مخلوق کو کنبۂ خدا سے تشبیہ دیتا ہے۔ جب ساری خلقِ خدا اسی کے مرہونِ منت ہے تو اس عقیدے کا حامل سب کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابن عباس ایسے گرجے میں نماز پڑھ لیتے تھے، جس میں تصویریں (مورتیاں) نہ ہوتیں۔ عقیدۂ توحید پر کاربند سب کو ملا کر چلتا ہے، جس سے امنِ علم پیدا ہوتا ہے۔

15. **عزم و توکل:** عقیدۂ توحید انسان میں بلند عزم پیدا کرتا ہے، اسباب سے ہٹ کر وہ مسبب الاسباب پر زیادہ یقین کرتا ہے، اور عزم و ہمت کی ایسی تصویر بن کر ابھرتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، بقول اقبال: کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

16. **عالمگیریت:** توحید کی بدولت انسان رنگ و نسل، خون، ذات پات اور قوم جیسے تعصبات سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ وہ ہر توحید پرست کو اپنا بھائی سمجھتا ہے اور ساری دنیا کو اپنا دیس سمجھتا ہے۔ اس طرح عالمگیر معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ علامہ محمد اقبال نے کیا خوب کہا: بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے۔

سوال نمبر ۷: رسالتِ محمدی کی خصوصیات تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب: **لفظِ رسالت کا مادۂ اشتقاق:** رسالت کا لفظ "ر۔س۔ل" سے مشتق ہے

لغوی معنیٰ: پیغام پہنچانا لہٰذا پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اللہ تعالیٰ کا پیغام جو وحی جلی یا خفی کی صورت میں انہیں ملا ہو اسے مخلوق تک پہنچانا رسالت کہلاتا ہے

رسالتِ محمدی کی خصوصیات: سلسلۂ نبوت و رسالت تخلیقِ آدمؑ سے لیکر بعثتِ نبیٔ آخر الزمان محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو گیا۔ جملہ کمالاتِ انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کی ذات میں جمع کر دیا۔ وھبیت، بشریت، نمونۂ تقلید، صابر و شاکر، واجب الاطاعت، معصومیت، امینِ وحیٔ خدا، استقامت کے پیکر، مبلغِ احکامِ الٰہی اور عقل کو عاجز کرنے والے معجزات کا حامل ہونے کے علاوہ رسالتِ محمدی بڑی بڑی خصوصیات رکھتی ہے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1. **عمومیت:** رسول اکرم ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک کے لئے ہوتی تھی مگر آپ کی نبوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (سورۃ الاعراف:۱۵۸) ترجمہ: آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں

2. **پہلی شریعتوں کا نسخ:** رسول اللہ ﷺ کی شریعت نے سابقہ تمام انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اب صرف شریعتِ محمدی پر عمل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَّبْتَـغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (سورۃ آلِ عمران:85) ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

3. **کاملیت:** حضور ﷺ پر اللہ کے دین کی تکمیل ہو گئی۔ آپ کو وہ دین کامل عطا کیا گیا جو مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس کے تمام احکامات، مسائل اور جزئیات قابلِ عمل اور انسان کی دنیوی و اخروی نجات کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدہ:3) ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔

4. **جامعیت:** رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ہر کمال جمع ہے۔ آپ چونکہ تمام انسانیت اور تمام زمانوں کے لئے رسول بن کر آئے ہیں اس لئے آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ سب کے لئے رہبری و راہنمائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بحیثیت شوہر، والد، منتظم، منصف، سپہ سالار، یا سربراہِ حکومت، ہر ایک کے لئے آئیڈیل ذات ہے۔ دیگر انبیاء میں جو الگ الگ اوصاف تھے وہ سب حضور ﷺ کی ذاتِ والا صفات میں جمع ہو گئے۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

5. **حفاظتِ کتاب:** الہامی کتب اور صحفِ سماوی وقت کے گزرنے کے ساتھ ترامیم اور تحریفات کا شکار ہو چکی ہیں لیکن خاتم الرسل پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ کریم کی آیات چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اسی صورت میں نا صرف تحریری شکل میں بلکہ لاکھوں انسانوں کے سینے میں بھی موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر:9) ترجمہ: بیشک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اسی طرح فرمایا: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (سورۃ القیامہ:17) ترجمہ: بیشک اسے (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اسے (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارا ذِمّہ ہے۔

6. **سنتِ نبوی کی حفاظت:** اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولِ اکرم ﷺ کی سنت کی حفاظت کا بھی عظیم انتظام کیا گیا ہے، ہر دور میں محدثین کرام کی ایسی جماعت موجود رہی جس نے سنتِ نبوی کی حفاظت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ چونکہ سنت قرآنِ مجید کی شرح ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ مستشرقین نے شدید اختلافات کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ "آپ ﷺ کی ذات سے متعلق ہر شے کے حالات کو محفوظ کر لیا گیا ہے" (بحوالہ خطباتِ مدارس، از سید سلیمان ندویؒ)۔

7. **ہمہ گیریت:** رسولِ اکرم ﷺ نے جو تعلیمات پیش فرمائیں ان کی حیثیت محض نظری نہیں بلکہ خود ان پر عمل کر کے انھیں عملی زندگی میں نافذ کر کے دکھایا۔ جب آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عائلی زندگی ہو یا سیاسی، بچوں سے برتاؤ ہو یا بڑوں سے معاملہ، امن کا دور ہو یا جنگ کا زمانہ، عبادت کی رسمیں ہوں یا معاملات کی باتیں، قرابت کے تعلقات ہوں یا ہمسائیگی کے روابط، زندگی کے ہر پہلو میں سیرتِ محمدی انسانوں کے لئے بہترین نمونۂ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب:21)

ترجمہ: فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے۔

8. **رحمتِ عالم:** اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسولِ رحمت بنا کر بھیجا۔ سورۂ انبیاء میں آپ کو رحمت للعالمین کے وصف سے موصوف کیا ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور میں خصوصیت نہیں۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (سورۃ الانبیاء:107) ترجمہ: اور (اے رسول محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر

9. **ختمِ نبوت:** رسالتِ محمدی کی ایک خصوصیت یہ کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ پر ایک جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل ہوئی اور آپ کو ایک کامل شریعت دی گئی جس نے باقی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ عقیدۂ ختم نبوت، قرآن وحدیث اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔

اَ. **استدلال بالقرآن:** قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورۃ الاحزاب:40) ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں

ب. **استدلال بالحدیث:** حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جس نے بہت حسین وجمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد گھومانے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے، اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی آپ نے فرمایا میں (قصر نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۵۳۵، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۲۸۶)

ج. **استدلال بالاجماع:** تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہے لکہ خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ کرام نے ان کے خلاف جہاد کیا۔

سوال نمبر۸: قرآن مجید کی چند اہم خصوصیات لکھیں۔

الجواب: **قرآن کریم کی خصوصیات** اسے باقی کتابوں سے ممتاز کرتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں

1. **آخری آسمانی کتاب:** قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اور قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے۔
2. **محفوظ کتاب:** الہامی کتب اور صحفِ سماوی وقت کے گذرنے کے ساتھ ترامیم اور تحریفات کا شکار ہوچکی ہیں لیکن خاتم الرسل پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ کریم کی آیات چودہ سو سال گذرنے کے باوجود اسی صورت میں نا صرف تحریری شکل میں بلکہ لاکھوں انسانوں کے سینے میں بھی موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ (سورۃ الحجر:9) ترجمہ: بیشک یہ ذکر عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔
3. **زندہ زبان والی کتاب:** قرآنِ مجید عربی میں نازل ہوا جو آج بھی دنیا کے بیس سے زیادہ ممالک میں قومی زبان کے طور پر لکھی اور بولی جاتی ہے۔ جب کہ پہلی آسمانی کتابیں اول تو اپنی اصل شکل میں موجود نہیں اور اگر کوئی پرانا نسخہ مل بھی جائے تو اس کو سمجھنے والے لوگ بھی کالعدم ہیں۔ : فرمانِ خداوندی ہے: اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۞ (سورۃ یوسف:2)

ترجمہ: بیشک ہم نے اس کتاب کو قرآن کی صورت میں بزبان عربی اتارا تا کہ تم (اسے براہ راست) سمجھ سکو۔

4. **عالمگیر کتاب**: قرآنِ پاک کے علاوہ تمام الہامی کتب کسی خاص قوم، علاقے یا زمانے تک محدود تھیں۔قرآنِ مجید کی تعلیمات فطری ہیں، تمام انسانیت کے لئے پیغامِ ہدایت ہیں۔اسی لئے انسانوں کو مخاطب کیا گیا: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (سورۃ النساء:174) ترجمہ: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے قوی دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور نازل کیا ہے۔ ہر دور کا انسان یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے یہ اسی دور کے لئے نازل ہوئی۔اس کی تعلیمات ہر قوم و ملک اور ہر طرح کے ماحول میں بسنے والے افراد کے لئے یکساں طور پر نفع بخش ہیں اور انسانی عقل کے عین مطابق ہیں۔

5. **جامع کتاب**: پہلی کچھ آسمانی کتابیں صرف اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھیں۔بعض صرف مناجات اور دعاؤں کا مجموعہ تھیں۔ فقہی مسائل، عقائد اور تاریخی واقعات پر علیحدہ کتب تھیں۔ مگر قرآنِ پاک ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس لئے فرمایا: وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ (سورۃ یوسف:111) ترجمہ: اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ (سورۃ النحل:89) اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

6. **معقول و مہذب کتاب**: پہلی آسمانی کتابیں چونکہ تحریف شدہ ہیں اس لئے کئی باتیں حقیقت کے خلاف بلکہ بعض انتہائی ناشائستہ اور غیر اخلاقی عبارتوں پر مشتمل ہیں۔

7. **کتابِ اعجاز**: قرآنِ مجید فصاحت و بلاغت کا وہ شاہکار ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عرب و عجم کے تمام فصیح و بلیغ لوگ عاجز رہے۔قرآنِ مجید میں سب مخالفوں کو دعوت دی گئی ہے کہ: وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (سورۃ البقرہ:23) ترجمہ: اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور (اس کام کے لئے بیشک) اللہ کے سوا اپنے (سب) حمایتیوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو۔"

کوئی فرد بشر آج تک اس چیلنج کا جواب نہیں دے پایا یہی اس کا اعجاز ہے۔

8. **آسان کتاب**: قرآنِ مجید کے علاوہ کسی اور الہامی کتاب میں یہ خصوصیت نہیں کہ اسے زبانی یاد کرنا آسان ہو، قرآن کریم کے حفاظ تو لاکھوں کی تعداد میں مل جائیں گے لیکن توریت، زبور اور انجیل کا کوئی بھی حافظ نہیں ملتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (سورۃ القمر:40) ترجمہ: اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

9. **نسخۂ کیمیا کتاب**: انسان ذہنی، قلبی، روحانی، جسمانی اور اخلاقی جن جن بیماریوں سے دوچار ہوتا ہے۔اس نسخہ کیمیا میں ان تمام روگوں کے لیے شفا ہے غفلت کی کدورت، شک وارتیاب کی تاریکی، کفر و شرک کی نجاست اس کے فیض سے سب دھل جاتی ہیں۔ارشاد الہیٰ ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ الاسراء:82) ترجمہ: اور ہم اس قرآن کے ذریعے وہ کچھ نازل کرتے ہیں جو سراسر شفاء اور عین رحمت ہے ایمانداروں کے لئے۔

سوال نمبر ۹: آخرت کے سلسلہ میں قرآنِ مجید کی تعلیمات کا خلاصہ تحریر کریں

الجواب: آخرت کا مادہ اشتقاق: "ا۔خ۔ر"

لغوی معنیٰ: پچھلی، بعد میں ہونے والی چیز

مفہوم: انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے دوبارہ زندہ کر دے گا اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا، نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور جگہ "جنت" سے نوازا جائے گا اور برے لوگوں کو اذیت ناک مقام "جہنم" میں پھینکا جائے گا۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ میں ایمان والوں کے لئے عقیدہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی بنیادی عقائد کا آخری جزو ہے۔

تعلیماتِ قرآنی:

1. انسان کی دنیاوی زندگی کی مثال کھیت کی سی ہے۔ کھیت میں جو بیج بویا جاتا ہے وہ اگلے موسم میں پھل دیتا ہے، یہ اگلا موسم آخرت ہے، دنیا کی عارضی زندگی میں اعمال کے بیج بوئے جاتے ہیں جو آخرت کی دائمی زندگی میں نتائج پیدا کریں گے۔ الدنیا مزرعة الآخرة "دنیا آخرت کی کھیتی ہے" میں اسی طرف اشارہ ہ
2. جس طرح دنیا کی ہر چیز علیحدہ علیحدہ اپنی ایک عمر رکھتی ہے جس کے ختم ہوتے ہی وہ چیز ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح پورے نظامِ عالم کی بھی ایک عمر ہے۔ جس کے تمام ہوتے ہی یہ نظام ختم ہو جائے گا۔ اور دوسرا نظام اس کی جگہ لے لے گا۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ہر کوئی جو بھی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے۔ رب تعالیٰ نے انسانوں کو دعوتِ فکر دی كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورۃ البقرہ:28) ترجمہ: تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔
3. جب دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ایک دوسرا نظام قائم ہو گا تو انسان کو پھر جسمانی زندگی ملے گی۔ اس روز ایک زبردست عدالت لگے گی جس میں تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اسے نیک اعمال کی جزا ملے گی اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔

i. ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ (سورۃ آلِ عمران:30) ترجمہ: جس دن ہر جان ہر اس نیکی کو بھی (اپنے سامنے) حاضر پالے گی جو اس نے کی تھی اور ہر برائی کو بھی جو اس نے کی تھی،۔۔۔

ii. آخر کار اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ (سورۃ الانفطار:14) ترجمہ: بیشک نیکوکار جنّتِ نعمت میں ہوں گے۔ اور بیشک بدکار دوزخ (سوزاں) میں ہوں گے۔

سوال نمبر ۱۰: منکرینِ آخرت کے شبہات کا جواب قرآن کی روشنی میں دیجئے۔

الجواب: آخرت کا مادہ اشتقاق: "ا۔خ۔ر"

لغوی معنیٰ: پچھلی، بعد میں ہونے والی چیز

مفہوم: انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے دوبارہ زندہ کر دے گا اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا، نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور جگہ "جنت" سے نوازا جائے گا اور برے لوگوں کو اذیت ناک مقام "جہنم" میں پھینکا جائے گا۔

جب قرآنِ پاک نازل ہو رہا تھا تو مشرکینِ مکہ عقیدۂ آخرت کے منکر تھے۔اور وہ دوبارہ جی اٹھنے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔اس سلسلے میں ان کے شبہات یہ تھے:

اعتراض 1 : وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ　(سورۃ السجدہ:10)

ترجمہ: اور کفار کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی میں مل کر گم ہو جائیں گے تو (کیا) ہم از سرِ نَو پیدائش میں آئیں گے۔۔۔۔۔۔۔ **جوابِ شبہہ:** پہلی دفعہ بنانا دوسری دفعہ بنانے کی نسبت مشکل کام ہے، خالقِ کائنات نے تمہیں تخلیق کیا، تم اس کی تخلیق کا شاہکار ہو، جب تم مر جاؤ گے تو وہ تمہیں دوبارہ زندگی بخشنے پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

i. وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ　(سورۃ الروم:27) ترجمہ: اور وہی ہے جو پہلی بار تخلیق کرتا ہے پھر اس کا اعادہ فرمائے گا اور یہ (دوبارہ پیدا کرنا) اس پر بہت آسان ہے۔

ii. كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ　(سورۃ الانبیاء:104)　ترجمہ: جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلی بار پیدا کیا تھا ہم (اس کے ختم ہو جانے کے بعد) اسی عمل تخلیق کو دہرائیں گے۔

اعتراض 2 : مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ　(سورۃ یٰس:79) ترجمہ: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟

جوابِ شبہہ: اللہ تعالیٰ نے بڑا خوبصورت جواب دیا: قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ　(سورۃ یٰس:79)

ترجمہ: فرما دیجئے: انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اعتراض 3 : دنیا بس یہی ہے بقول شاعر　بابر بہ عیش خوش کہ عالم دوبارہ نیست　اور کہتے:

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ　(سورۃ الانعام:29)　ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا (اور) کوئی (زندگی) نہیں اور ہم (مرنے کے بعد) نہیں اٹھائے جائیں گے۔

جوابِ شبہہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ　(سورۃ البقرہ:28)　ترجمہ: اور تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں سوچنے پر مجبور کیا کہ آخرت پر یقین کرنا عقلِ سلیم کی علامت ہے۔ انسان کے تمام اعمال اچھے ہوں یا برے اُن پر جزا و سزا یعنی نہ تو نیکی کا پورا بدلہ اور نہ ہی گناہ کی پوری سزا دی جا سکتی ہے۔ سو لوگوں کے قاتل کو دنیا زیادہ سے زیادہ کتنی سزا دے سکتی ہے؟ ایک قتل کے بدلے ایک قصاص، بقیہ اس کے جرم کی سزا نہیں دی جا سکتی، اسی طرح بعض لوگ پوری عمر نیکیاں کرتے رہے انہیں یہاں نیکی کا پورا بدلہ نہ ملا۔ برے اور اچھے انسان میں صحیح فرق آخرت ہی کرے گی۔ انسان کو یونہی اور عبث پیدا نہیں کیا گیا، لہٰذا فرمایا: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (سورۃ المؤمنون:115) ترجمہ: سو کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم نے تمہیں بیکار (وبے مقصد) پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟

سوال نمبر 11: انسانی زندگی پر عقیدۂ آخرت کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

الجواب: آخرت کو وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ میں ایمان والوں کے لئے عقیدہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی بنیادی عقائد کا آخری جزو ہے۔

عقیدۂ آخرت: انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے دوبارہ زندہ کردے گا اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا، نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور جگہ "جنت" سے نوازا جائے گا اور برے لوگوں کو اذیت ناک مقام "جہنم" میں پھینکا جائے گا۔ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ (سورۃ الانفطار:14)

ترجمہ: بیشک نیکوکار جنّتِ نعمت میں ہوں گے۔ اور بیشک بدکار دوزخ (سوزاں) میں ہوں گے۔

عقیدۂ آخرت کے اثرات: انسانی زندگی پر عقیدۂ آخرت کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

1. **خود آگاہی و محاسبۂ نفس:** جو انسان عقیدۂ آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے تمام اعمال کا حساب رکھا جائے گا، اس کے ہاتھ پاؤں خود اس کے خلاف گواہی دیں گے اس روز ان کے جرائم کے اثبات کیلئے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ خود انکے اندر کی یہ گواہیاں ان کے جرائم کے اثبات کیلئے کافی ہونگیتو اس میں خود آگاہی اور محاسبہ نفس کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ النور :14)

ترجمہ: جس دن (خود) ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں انہی کے خلاف گواہی دیں گے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے تھے

2. **نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت:** آخرت پر یقین رکھنے والا منصفِ حقیقی کے سامنے پیش ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ ایک پلڑے میں نیک اعمال اور دوسرے میں برے اعمال ہونگے۔ اگر نیکی کا پلڑا بھاری ہوا تو کامیابی حاصل ہوگیا اور جنت میں ٹھکانہ نصیب ہوگا اور اگر برائیوں کا پلڑا بھاری ہوا تو ناکامی ہوگی۔ اور جہنم کا دردناک عذاب چکھنا ہوگا۔

آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ ان کے نتیجہ میں وہ عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اسے نیکیوں سے محبت ہو جاتی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اسے نیکی کا اجر ضرور ملے گا۔ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۔ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورۃ الزلزال:9-8)　ترجمہ: تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے (بھی) دیکھ لے گا۔

3. **بہادری اور سر فروشی:** ہمیشہ کے لئے مٹ جانے کا ڈر انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔ جب دل میں یہ یقین موجود ہو کہ اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ پائیدار اور دائمی زندگی آخرت کی ہے تو انسان نڈر ہو جاتا ہے۔ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (سورۃ النسآء:77)

ترجمہ: آپ (انہیں) فرما دیجئے کہ دنیا کا مفاد بہت تھوڑا (یعنی معمولی شے) ہے، اور آخرت بہت اچھی (نعمت) ہے اس کے لئے جو پرہیز گار بن جائے۔ وہ جانتا ہے کہ راہِ حق میں جان کا نذرانہ پیش کر دینے سے وہ ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جائے گا بلکہ آخرت کی کامیاب اور پر مسرت زندگی حاصل کرے گا۔ چنانچہ یہ عقیدہ مومن کے دل میں جذبۂ سر فروشی پیدا کر کے معاشرے میں امن اور نیکی کے پھیلنے کی راہیں ہموار کر دیتا ہے۔

4. **صبر و تحمل:** عقیدۂ آخرت سے انسان کے دل میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حق کی خاطر جو بھی تکلیف برداشت کی جائے گی اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا۔ لہذا آخرت پر

نظر رکھتے ہوئے وہ ہر مصیبت کا صبر و تحمل سے مقابلہ کرتا ہے۔ وہ اس وقت کا منتظر رہتا ہے جب اسے کہا جائے گا: سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ (سورۃ الرعد:24) ترجمہ: تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں، پس آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔

5. **مال خرچ کرنے کا جذبہ:** عقیدۂ آخرت انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ حقیقی زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے لہذا اسی دولت سے لگاؤ رکھنا چاہئے جو اُخروی زندگی کو کامیاب بنائے۔ چنانچہ مومن جتنا بھی دولت مند ہوتا جاتا ہے اسی قدر زیادہ سخاوت اور فیاضی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کی آخرت کی زندگی سنور جائے گی۔ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَيۡءٍ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيۡكُمۡ (سورۃ الانفال:60) ترجمہ: تم جو کچھ (بھی) اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

6. **احساسِ ذمہ داری:** اپنے فرائض میں کوتاہی کرنا جرم ہے۔ جس پر آخرت میں سزا ملے گی۔ لہذا آخرت پر یقین رکھنے والے میں پوری ذمہ داری سے اپنے فرائض ادا کرنے کا تصور آہستہ آہستہ پختہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہر طرح کے معاملات میں احساسِ ذمہ داری سے مزین ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے احساسِ ذمہ داری دلاتے ہوئے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (سورۃ آلِ عمران:102) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہاری موت صرف اسی حال پر آئے کہ تم مسلمان ہو

7. **شعورِ عبدیت:** آخرت پر یقین رکھنے والے کو دنیا فانی اور حادث نظر آتی ہے، وہ اپنی خلقت پر غور و فکر کرتا ہے کہ اس کا مقصدِ حیات کیا ہے تو بالآخر اسے یہ شعور نصیب ہوتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے بنایا گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سمجھ جاتا ہے جس میں فرمایا: وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ (سورۃ الذاریات:56) ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں۔

8. **جذبۂ ہمدردی:** عقیدۂ آخرت سے انسان ہمدردی کے جذبے سے سرشار ہو جاتا ہے، وہ غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور دیگر مفلوک الحال لوگوں کی مدد اس یقین سے کرتا ہے کہ اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو گا اور روزِ جزا اسے اس کا فائدہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (سورۃ آل عمران:134)

سوال نمبر12: عقیدۂ آخرت کا مفہوم اور اہمیت تفصیلاً بیان کریں۔

الجواب: آخرت کا مادہ اشتقاق: "ا۔خ۔ر" لغوی معنٰی: پچھلی، بعد میں ہونے والی چیز

مفہوم: انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے دوبارہ زندہ کر دے گا اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا، نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور جگہ "جنت" سے نوازا جائے گا اور برے لوگوں کو اذیت ناک مقام "جہنم" میں پھینکا جائے گا۔ وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ میں ایمان والوں کے لئے عقیدہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی بنیادی عقائد کا آخری جزو ہے۔

استدلال بالقرآن: وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ (البقرہ:177)

ترجمہ: بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔

استدلال بالحدیث: حدیث جبرائیل میں ہے کہ آپ نے نبی ﷺ سے پوچھا مَا الْإِيمَانُ " ایمان کیا چیز ہے؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَبِلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ (صحیح بخاری، و مسلم)

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور (آخرت میں) اللہ کے ملنے پر اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو۔

عقیدۂ آخرت کی اہمیت: کسی بھی چیز کی اہمیت کا اندازہ اس کی غیر موجودگی یعنی تضاد سے ہوتا ہے، اچھائی، نیکی اور روشنی کی اہمیت بدی، برائی اور تاریکی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر آخرت پر ایمان نہ ہو تو انسان خود غرضی اور نفس پرستی میں ڈوب کر تہذیب و شرافت اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو یکسر بھول جائے اور انسانی معاشرے میں جنگل کا قانون رائج ہو جائے۔

عقیدۂ آخرت انسانی معاشرہ کو انسانیت افروز بنانے کا اہم ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس سے انسان کے دل میں نیکی پر جزا اور بدی پر سزا کا احساس ابھرتا ہے جو اعمال میں صالحیت پیدا کر دیتا ہے۔

جو شخص آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتا ہے اس کی نظر اپنے اعمال کے صرف ان ہی نتائج پر نہیں ہوتی جو اس زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں بلکہ وہ ان نتائج پر بھی نظر رکھتا ہے جو آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔ اسے جس طرح زہر کے بارے میں ہلاک کرنے اور آگ کے بارے میں جلانے کا یقین ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کے ہلاکت خیز ہونے کا بھی یقین ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح وہ غذا اور پانی کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے اسی طرح نیک اعمال کو بھی اپنے لئے نجات و فلاح کا سبب سمجھتا ہے۔

عقیدۂ آخرت انسانی شخصیت کو بڑا معتدل، خوبصورت اور ذمہ دار بناتا ہے۔ اس عقیدے سے انسانی زندگی پر جو اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت	بہادری اور سرفروشی
خود آگاہی و محاسبۂ نفس	مال خرچ کرنے کا جذبہ
احساسِ ذمہ داری	با مقصد زندگی
ہمدردی کا جذبہ	آخرت کی تیاری
صبر و تحمل	

سوال نمبر 13: عقیدۂ ختم نبوت کا مفہوم تحریر کریں

جواب: عقیدہ کا مترادف لفظ "ایمان" ہے۔

مادۂ اشتقاق: عقیدہ کا لفظ "عقد" سے نکلا ہے۔ جس کا مادہ "ع۔ق۔د"

لغوی معنٰی: "گرہ لگانا، باندھنا، باندھی ہوئی چیز، گرہ لگائی ہوئی چیز"

اصطلاحی تعریف: انسان کے وہ پختہ اور اٹل نظریات جن پر وہ اپنے اعمال کی بنیاد رکھتا ہے، عقیدہ کہلاتا ہے۔

ختم کا مادۂ اشتقاق: "خ۔ت۔م" **لغوی معنٰی:** "مہر لگانا، بند کرنا، آخر تک پہنچانا"

مفہوم نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا، انبیاء آتے رہے، رسولوں پر کتابیں، صحائف اور احکامات نازل ہوتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کو اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ

پر اپنی آخری کتاب اور دین کو مکمل کر کے ختم کر دیا۔ شریعتِ محمدی نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ آپ ﷺ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ:

1. آپ ﷺ کو جو دین، کتاب، شریعت اور نبوت ملی سب آخری ہیں۔
2. اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک ہر قوم اور ہر دور کے انسانوں کے لئے آپ کی رسالت عام ہے اور سب کے لئے آپ کی تعلیم کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورۃ الاعراف:۱۵۸)
ترجمہ: آپ فرمادیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں
3. اللہ تعالیٰ نے آپ پر دین مکمل کر دیا آپ کی شریعت کامل ہے اور آپ کی تعلیمات، ہدایت کی مکمل ترین شکل ہیں۔ اس لئے اب کسی دوسرے نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدہ:3)
ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔
4. خاتم الرسل پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ کریم کی آیات چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اسی صورت میں نا صرف تحریری شکل میں بلکہ لاکھوں انسانوں کے سینے میں بھی موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر:9) ترجمہ: بیشک یہ ذکر عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اسی طرح فرمایا: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (سورۃ القیامہ:17) ترجمہ: بیشک اسے (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اسے (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارا ذِمّہ ہے۔

اس لئے آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔ اب ہر طالبِ ہدایت ہر لازم ہے کہ خاتم المرسلین ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ہی کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے۔

سوال نمبر14: ''عقیدۂ ختم نبوت قرآن، حدیث، اور اجماع امت سے ثابت ہے'' دلائل دیجئے۔

جواب: عقیدہ کا مترادف لفظ ''ایمان'' ہے۔

مادۂ اشتقاق: عقیدہ کا لفظ ''عقد'' سے نکلا ہے۔ جس کا مادہ ''ع۔ق۔د''

لغوی معنٰی: ''گرہ لگانا، باندھنا، باندھی ہوئی چیز، گرہ لگائی ہوئی چیز''

اصطلاحی تعریف: انسان کے وہ پختہ اور اٹل نظریات جن پر وہ اپنے اعمال کی بنیاد رکھتا ہے، عقیدہ کہلاتا ہے۔

ختم کا مادۂ اشتقاق: ''خ۔ت۔م''

لغوی معنٰی: ''مہر لگانا، بند کرنا، آخر تک پہنچانا''

مفہوم نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا، انبیاء آتے رہے، رسولوں پر کتابیں، صحائف اور احکامات نازل ہوتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کو اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ پر اپنی آخری کتاب اور دین کو مکمل کر کے ختم کر دیا۔ شریعتِ محمدی نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ آپ ﷺ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا

ختم نبوت پر استدلال بالقرآن: حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ نبوت ختم کر دیا، آپ کو دین مکمل کر کے ضابطۂ حیات کے طور پر دیا اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب کی حفاظت کر کے اسے آخری بنادیا۔

i. **ختمِ نبوت:** قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورۃ الاحزاب:40) ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں

ii. **آخری دین:** اللہ تعالیٰ نے آپ پر دین مکمل کر دیا آپ کی شریعت کامل ہے اور آپ کی تعلیمات، ہدایت کی مکمل ترین شکل ہیں۔ اس لئے اب کسی دوسرے نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدہ:3) ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا

iii. **آخری کتاب:** اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر:9) ترجمہ: بیشک یہ ذکر عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اسی طرح فرمایا: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (سورۃ القیامہ:17) ترجمہ: بیشک اسے (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اسے (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارا ذِمّہ ہے۔

ختم نبوت احادیث کی روشنی میں:

i. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 789، صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1464)

میری مثال اور ان پیغمبروں کی مثال جو مجھ سے پہلے گزر گئے ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور خوشنما بنایا اس کے ایک گوشہ میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ جب اس مکان میں جاتے تو تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ii. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ (صحیح مسلم)

ترجمہ: مجھے چھ وجوہ سے انبیاء کرام (علیہ السلام) پر فضیلت دی گئی ہے مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی، میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنادی گئی اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔ (یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں)

iii. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ (صحیح بخاری حدیث نمبر 712) بنی اسرائیل میں انبیاء حکومت کیا کرتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہو تا تو دوسرا اس کا جانشین ہو جاتا اور میرے بعد تو کوئی نبی نہیں ہو گا اور البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہونگے

اجماعِ امت اور ختم نبوت: تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا یہی وجہ ہے کہ خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ کرام نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ: قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةٍ سَبْعُونَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ سَبْعُونَ . رواه البخاري (مشکوۃ) احد کی جنگ میں ستر انصار شہید ہوئے، بیر معونہ میں ستر انصار (جو قراء تھے) شہید ہوئے اور یمامہ کی جنگ میں جو حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں (مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی) ستر انصار شہید ہوئے۔" (بخاری)

سوال نمبر 15: پیغامِ الٰھی کو نبی ﷺ پر نازل کرنے کی حکمت قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کریں

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے انسانوں میں سے ہی رسول بھیجے کیونکہ انسان کی رہنمائی کے لئے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے۔ پیغامِ الٰہی کو نبی ﷺ پر نازل کرنے کی حکمت مندرجہ ذیل آیات میں ملاحظہ ہو:

1. وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (سورۃ النحل :44) ترجمہ: اور (اے نبی مکرّم!) ہم نے آپ کی طرف ذکر عظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں

حضور ﷺ کو خود اپنی زندگی میں قرآنی اصولوں پر مبنی ایک عملی مظاہرہ کرنا تھا۔ صرف یہی نہیں کہ آکر پیغام سنا دیتے بلکہ اس پیغام کے مطابق انسانی زندگی کی اصلاح بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔ پیغامِ الٰہی فرشتوں کے ذریعے بھی بھیجا جا سکتا تھا۔ مگر محض پیغام بھیجنے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل و تعمیل کے لئے لازمی تھا کہ اس پیغام کو بنی نوعِ انسان ہی کا ایک فرد لے کر آئے جو کہ انسان کامل ہونے کے باوجود بہر حال انسان اور بشر ہو۔ اس کو مشکلات اور مجبوریوں کا اسی طرح سامنا کرنا پڑتا ہو جس طرح اس کی امت کے کسی فرد کو، اور جو ساری دنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطورِ مثال رکھ دے جس کا اجتماعی نظام اسی پیغامِ الٰہی کی منشا کی شرح ہو۔

2. كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (سورۃ ابراھیم:1) ترجمہ: یہ (عظیم) کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کے) نور کی جانب لے آئیں۔

3. إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (سورۃ النسآء:105)

ترجمہ: (اے رسول گرامی!) بیشک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس (حق) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے،